Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 5 (July-September 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Responsibilities of creating a righteous society and regeneration In the light of the biography of the Prophet (Analytical Study)

صالح معاشرہ کی تشکیل اور نسل نو کی ذمہ داریاں: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں (تجزیاتی مطالعہ)

Dr.Naveed Khan

Lecturer Govt.Postgraduate College, Haripur, KP, Pakistan

Email:naveedkhan61980@gmail.com

Dr. Nisar Ahmad

Associate Professor , Department of Religious Studies

Forman Christian College (A Chartered University) Lahore

https://orcid.org/0000-0001-5174-0752, nisarahmad@fccollege.edu.pk

Ghulam Muhammad

M.phill Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad ,Pakistan Email: muhammad9210@gmail.com

Abstract

In the sayings of the Prophet (PBUH), there are balanced and permanent orders for social life, in which not only people have been taught to fulfill their rights, but also people have been made aware of their responsibilities, which are social responsibilities and morals. They are called rules. They include

OPEN ACCESS
CC BY

moral teachings, moral virtues, social rights and moral virtues, which are related to the personal behavior of a person and the goodness and elevation of character Since our society is suffering from extreme depravity and moral decline, and the need and importance of familiarity with social responsibilities is felt more than ever, guidance from the high example of the Prophet's biography will prove to be very useful Therefore, it can be hoped that the article under consideration will be helpful and helpful to different sections of the society in the light of the Prophet's biography, apart from being aware of their morals, rights and responsibilities, in playing their role for the reformation of the society in a good manner.

Keywords: *Social responsibilities,Integrity,*

truthfulness,Humility Patience Respect the law

تمہید

اصطلاح میں معاشرہ سے مراد وہ انسانی اجتماعی زندگی ہے جو کسی خاص فکر و عمل کے نظام کے تحت چل رہی ہو۔ اگر کچھ انسان ایک جگہ جمع ہو کر بے مقصد زندگی گزاریں تو اسے معاشرہ نہیں کہا جائے گا۔ معاشرہ چونکہ افراد سے ہی وجود میں آتا ہے[1] اس لئے معاشرہ کے افراد میں وحدتِ فکر و عمل اور ذہنی یکجہتی کا ہونا بڑا اہم ہے۔ لہٰذا جو معاشرہ خالص اسلامی فکر و عمل کے نظام پر قائم ہو اسے اسلامی معاشرہ کہا جائے گا اور ایسا تب ہو گا جب ہر فرد ان ذمہ داریوں کو پورا کر رہا ہو جو اس پر فرض کی گئی ہیں ۔ معاشرے کا ہر فرد دوسرے کے حقوق ادا کرے، مسلمان بھائی کے دکھ کو بھول کر اپنی خوشی میں کھو جانا اسلامی معاشرے کا آئین نہیں۔ وہی معاشرہ صالح قرار پائے گا جس کے افراد میں قریبی تعلق ہو، نفع نقصان میں شریک ہوں اور کوئی فرد دوسرے کی ویرانی میں اپنی آبادی کا سامان نہ تلاش کرے۔ سب افراد کے اذھان میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو کہ ایک کا عروج دوسرے کا عروج اور ایک کی پستی دوسرے کی پستی ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کی سیرت میں جو احکام نسل نو کی ذمہ داریوں کے بارے میں وارد ہوئے ہیں ان سے پر امن اور صالح معاشرہ کا قیام وجود میں آ جاتا ہے۔

موضوع سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ:

مذکورہ موضوع **صالح معاشرہ کی تشکیل اور نسل نو کی ذمہ داریاں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں (تجزیاتی مطالعہ)** بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس موضوع پر اس سے قبل کئی دیگر پہلوؤں سے کتب ورسائل تحریر کئے جاچکے ہیں جو درج ذیل ہیں:

CC BY

1) ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ط:۲۰۰۰ء
2) ڈاکٹر میمونہ تبسم، اصلاح معاشرہ اور نسل نو کی ذمہ داری سیرتِ طیبہ کی روشنی میں، البصیرہ، ج:۶، شمارہ:۱، ط:۲۰۱۷ء
3) ڈاکٹر حافظ عبد الرشید، اسلامی نظام معاشرت کی بنیادی اکائیاں، مکتبہ افکارِ اسلامی ماڈل ٹاؤن، لاہور، ط:۲۰۱۶ء
4) پروفیسر ڈاکٹر ظفرالاسلام اصلاحی، نبی کریم ﷺ کی خانگی ومعاشرتی زندگی کے اہم پہلو، راحت القلوب، ج:۲، شمارہ:۱، (جنوری–جون ۲۰۱۸ء)

مذکورہ کتابوں میں آپ ﷺ کی معاشرتی وخانگی زندگی اور اصلاح معاشرہ اور نسلِ نو کی ذمہ داریوں جیسے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے جو اپنے موضوع پر جامع اور عمدہ کاوشیں ہیں، جبکہ زیر نظر مضمون میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں صالح معاشرے کے قیام کے سلسلے میں معاشرتی ذمہ داریوں کے خاص پہلو پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

موضوع کے بنیادی سوالات

1. سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں معاشرہ کی اصلاح کے لئے کون سی تعلیمات پائی جاتی ہیں؟
2. سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں معاشرے کی اصلاح میں نسل نو کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں؟

معاشرتی ذمہ داریاں

آپ ﷺ نے امت کو عقائد وعبادات ہی نہیں ہدایت فرمائے بلکہ زندگی کے ہر میدان میں وہ حکمت آفرین ہدایات دی ہیں کہ ان پر عمل کرکے دین ودنیا کی فلاح حاصل کی جاسکتی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معاشرے کے تمام طبقات کو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اسلام انسانی معاشرے کو خوش حال دیکھنا چاہتا ہے، اس لئے سیرت طیبہ ﷺ میں اخلاق حسنہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور مسلمانوں کے لئے اخلاقی اقدار کی پاسداری کو مذہبی فریضہ قرار دیا۔ اس سلسلے میں چند معاشرتی اخلاق کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

i. امانت ودیانت

معاشی اور معاشرتی تعلقات کی استواری کے لئے دیانت ایک بنیادی شرط ہے۔ جس معاشرے سے دیانت داری رخصت ہو جائے ،وہاں کاروباری معاملات سے لے کر گھریلو تعلقات تک، ہر جگہ ناقابل اصلاح بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، اور ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اسلام نے معاملات میں دیانت داری کی بڑی تلقین کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا"[2]

OPEN ACCESS
CC BY

ترجمہ:(مسلمانو!) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ۔"[3]

نبی کریم ﷺ نے دیانت داری کی بڑی تاکید کی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"عنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَا خَطَبَنَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ: " لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ "[4]

"حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس میں دیانت داری نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پاسداری نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔"

a) امانت کے مفہوم میں وسعت

دیانت اور امانت دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ اردو میں دونوں کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے امانت کے مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فَالْآيَةُ شَامِلَةٌ بِنَظْمِهَا لِكُلِّ أَمَانَةٍ وَهِيَ أَعْدَادٌ كَثِيرَةٌ كَمَا ذَكَرْنَا. وَأُمَّهَاتُهَا فِي الْأَحْكَامِ: الْوَدِيعَةُ وَاللُّقَطَةُ وَالرَّهْنُ وَالْعَارِيَةُ"[5]

ترجمہ:"یہ آیت اپنے الفاظ کے لحاظ سے ہر امانت کو شامل ہے اور ایسی چیزیں بکثرت ہیں۔ بنیادی اقسام احکام میں ودیعت، لقطہ، گروی اور ادھار (ان سب پر امانت کا اطلاق ہوتا) ہے۔"

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر حجر اسود کی تنصیب پر قبائل کے درمیان جنگ چھڑ جانے کا خطرہ تھا۔ اس نزاع کا تصفیہ کرنے کے لئے ابو امیہ بن مغیرہ نے (جو ولید بن مغیرہ کا بھائی تھا) کھڑے ہو کر کہا جو کل سب سے پہلے اس مسجد کے دروازے سے داخل ہو، اس کو اپنا حکم تسلیم کر لو۔ سب اس بات پر متفق ہو گئے۔[6] دوسرے روز صبح حرم شریف میں حضور سرور کائنات ﷺ داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر تمام لوگ بے حد مسرور ہوئے اور جو اُن میں معمر شخص تھا اس نے یہ الفاظ کہے:

"هذا الأمين قد رضينا به"[7]

"یہ محمد ﷺ ہیں یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔"

مدینہ کی طرف ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ کے پاس کئی لوگوں کی امانتیں تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ حجرۂ مبارکہ میں آپ ﷺ کے بستر پر لیٹ جائیں اور اگلی صبح لوگوں کو امانتیں سپرد کر کے مدینے چلے آئیں۔[8]

OPEN ACCESS

b) احساسِ ذمہ داری

عصرِ حاضر میں مسلم معاشرے میں دیانت کا فقدان بہت بڑا المیہ ہے اور اس کی بڑی وجہ ذمہ داری کا احساس نہ ہونا ہے۔ مذکورہ تعلیمات کی روشنی میں احساسِ ذمہ داری کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ ہر شعبۂ زندگی میں فرض شناسی اور احساس ذمہ داری کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ ظاہر ہے جس معاشرے میں فرض شناسی امانت و دیانت کا جذبہ مفقود ہو گا وہ معاشرہ اپنی ذمہ داری کے احساس سے عاری ہو گا، وہ ایک کامیاب اور متوازن معاشرہ نہیں کہلایا جاسکتا۔ ہر شعبۂ زندگی میں احساس ذمہ داری کو اپنانا ایمان اور بندگی کا تقاضا ہے۔

ii. اتحاد امت واخوت

معاشرے میں بسنے والے افراد جب تک باہمی اخوت واتحاد اور محبت کی لڑی میں نہ بندھ جائیں اس وقت تک معاشرے کے بگاڑ پر قابو پانا ممکن نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب معاشرے میں فتنہ و فساد اور جنگ وجدال روزمرہ کا معمول تھا۔ معمولی سی بات پر قبائل میں جنگ کی نوبت پیش آجاتی تھی اور پھر سالہا سال تک جاری رہتی تھیں۔ مدینہ منورہ میں عرب کے مشہور دو قبائل اوس و خزرج آباد تھے، [9] ان میں مشہور جنگ "بعاث باہمی نفرت کا شاخسانہ تھی۔ [10] بنو بکر بن وائل اور بنو تغلب کے درمیان" جنگِ بسوس" چالیس سال تک جاری رہی۔ [11] آپ ﷺ نے اپنے کردار اور انقلابی تعلیم سے معاشرے کے منتشر اجزاء کو مرتب اور مربوط کیا اور اسے سماجی اور معاشرتی ہم آہنگی سے آشنا کیا، جس کے نتیجے میں ان کا مزاج بدل گیا، دشمن دوست بن گئے اور خون کے پیاسے آپس میں بھائی بن گئے۔ چنانچہ مشہور مؤرخ علامہ ابن کثیر آپ ﷺ کے اس مثالی کردار کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

"وَآخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ"[12]

"آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل مکہ میں اہل ایمان کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا اور ہجرت کے بعد مہاجرین مکہ وانصارِ مدینہ کو عقد مؤاخات کے رشتہ قائم کر دیا۔"

جس قوم میں اتحاد نہ رہے وہ ضعف کا شکار ہو جاتی ہے۔ رحمتِ دوعالم ﷺ کو اختلاف اور تفرقہ سے سخت نفرت تھی۔ آپ ﷺ مسلمانوں میں پھوٹ اور تفرقہ ڈالنے والے شخص کو سزا کا مستوجب ٹھہراتے اور دو متحارب فریقوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرانے پر اجر وانعام کی نوید سناتے۔ آپ ﷺ نے ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کے لئے ایک مضبوط دیوار کے مشابہ قرار دیا جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو جوڑ کر متحد و مضبوط کر دیتا ہے۔[13]

CC BY

iii. خدمتِ خلق

وہی قوم راحت اور کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے جو خدمتِ خلق کی امنگ سے سرشار ہو، خدمت کا جذبہ بڑے ایثار کا طلب گار ہوتا ہے۔ دوسروں کی خاطر آرام کو چھوڑنا اور فائدہ سے دست بردار ہونا معمولی قربانی نہیں، اس کی توقع اسی انسان سے ہو سکتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عظیم اخلاق عطا کیا ہو، اس میں انکسار، مساوات، محنت کشی اور ہمدردی کے اوصاف ہوں۔ قرآنِ حکیم نے نیک لوگوں کا وصف یہ بتایا ہے:

"وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرا"[14]

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے وہ مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

a) مستحقین کے مدارج

ویسے تو ہر ضرورت مند شخص تعاون کا مستحق ہوتا ہے لیکن اس کے استحقاق کے مدارج میں فرق ہے۔ آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ مقام معاشرے کے ضعیف اور کمزور طبقات کو حاصل تھا۔ جس میں یتامیٰ، بیوہ، غلام، لونڈیاں، مفلس، نادار، محروم، قیدی سب شامل ہیں۔ یہ مسلم معاشرے کے بے یارو مدد گار اور بے سہارا افراد ہیں جو زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کا جائزہ لیا جائے تو سب سے پہلی نزول وحی کے بعد گھر واپسی پر آپ ﷺ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ نے مذکورہ وصف کے ساتھ تسلی آمیز اور اطمینان بخش گفتگو کی:

> "اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو بے آبرو نہیں کریں گے۔ آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو مفلس نادار ہو اس کو اپنی کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اس کی مدد کرتے ہیں اور دستگیری فرماتے ہیں۔"[15]

b) سیلاب زدگان کی مدد

موجودہ صورت حال کے پیش نظر ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ سیلاب زدگان کی امداد میں بھرپور حصہ لیں۔ خدمتِ خلق ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے جو شخص اس حق میں کوتاہی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوگا۔ اس وقت ایک نادر موقع امتِ مسلمہ کے ہاتھ آیا ہے اس لئے خدمتِ خلق کا تقاضا ہے کہ پوری قوم میں تعاون کے لئے آمادگی ہو۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس کو افضل عمل قرار دیا ہے:

CC BY

"مِنْ أَفْضَلِ الْعَمَلِ إِدْخَالُ السُّرُورِ عَلَى الْمُؤْمِنِ: يَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، يَقْضِي لَهُ حَاجَةً، يُنَفِّسُ عَنْهُ كُرْبَةً"[16]

"مؤمن کو خوشی پہنچانا افضل اعمال میں سے ہے۔اس کا قرض ادا کرے، اس کی حاجت براری کرے، اس کی تکلیف کو دور کرے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ مشکل کے وقت اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ جس نے کسی مومن کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کر دی، اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کر دے گا۔[17]

iv. امر بالمعروف و نہی عن المنکر

مسلم معاشرے کی مجموعی فضا خیر و معروف کی فضا ہے اور اسے قائم رکھنا امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے، ورنہ ان کے معاشرے میں اور غیر مسلم معاشرے میں امتیاز ختم ہو جائے گا۔ یہ وہ عمومی حکم ہے جس کے تحت پوری امت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ دار ہے۔ ہر انسان کو اپنی بساط کے مطابق یہ فریضہ سر انجام دینا ہے۔ معروف کے چلن کے لئے خصوصی جماعت قائم کی جائے گی جو معاشرے کے احوال پر نظر رکھے گی اور منکرات کو روکنے کے لئے اور معروف کو قائم رکھنے کے لئے خصوصی اقدامات کرے گی۔ اس جماعت کا ذکر قرآن یوں کرتا ہے:

"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِوَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"[18]

"اور تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور ان کو نیکی کی دعوت دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

آپ ﷺ نے اپنی ساری عمر عزیز اس بنیادی فریضہ میں صرف فرمائی۔ آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مکہ کا بازار ہو یا عکاظ کا میلہ، حرم پاک ہو یا مسجد نبوی، طائف کی وادی ہو یا عرفات کا میدان، آپ ﷺ ہر جگہ اسی اصولِ زندگی کی تبلیغ میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ تبلیغ کی نوعیت کی ایک جھلک دربار نجاشی میں حضرت جعفر کی اس تقریر میں ملتی ہے:

"قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَرْسَلَ فِينَا رَسُولا، وَأَمَرَنَا أَنْ لا نَسْجُدَ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ"[19]

CC BY

انہوں نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا اور اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں اور اس نے ہمیں نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا۔

آپ ﷺ نے اپنی عظیم شخصیت اور عمل پیہم سے ایسا عظیم الشان معاشرہ تشکیل دیا کہ ان کے مبارک دور اور خلفائے راشدین کے زمانے میں برائی گُھٹ گُھٹ کر رہ گئی اور بھلائی کے نور سے قلیل عرصے میں ہی دنیا کے متعدد ممالک روشن ہو گئے۔

v. عدل وانصاف

عدل کا معنیٰ دو چیزوں میں مساوات قائم کرنا، برابری رکھنا اور انصاف کا لفظ بہت حد تک عدل کا ہم معنیٰ ہے۔ انصاف کے لغوی معنیٰ ہیں کسی چیز کو دو برابر کے نصف حصوں میں بانٹنا۔[20]

عدل نظامِ عالم کی جان ہے۔ عدل کے بغیر انسانی معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ظلم وعدوان کی سرگرمیاں معاشرے کے امن وسکون کے لئے انتہائی مضر ہیں اس لئے معاشرے کے افراد کو اس پر آمادہ کرنا کہ وہ ہمیشہ عدل کے فروغ اور ناانصافی کو روکنے کے لئے سرگرم رہیں۔ عدل کا قیام انبیاء کی دعوت کا بہت اہم حصہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"[21]

"حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیاں دے کر بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری، اور ترازو بھی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"[22]

بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل دنیا عدل وانصاف کے تصور سے خالی ہو چکی تھی۔ طاقتور ظلم وستم کو اپنا حق سمجھنے لگے تھے اور کمزور اپنی مظلومیت کو مقدر سمجھ کر برداشت کرنے پر مجبور تھے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عدل وانصاف کے معاملے میں بلا امتیاز تمام نسلِ انسانی کے درمیان مساوات قائم کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کے وہ ارشادات آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں جب قبیلہ مخزوم سے تعلق رکھنے والی فاطمہ نامی خاتون کے چوری کرنے پر حضرت اسامہ ؓ نے دربارِ رسالت میں سفارش کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إنما أهلك الذين قبلكم، أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وايم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها"[23]

CC BY

"تم سے پہلے لوگ صرف اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دئے جاتے تھے۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالتا۔"

عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرے میں ہر فرد کو اس کا جائز حق بآسانی مل جائے۔ نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر وخوبی سر انجام پاتے ہیں اور بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

vi. تحمل وبردباری

تحمل سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی طبیعت پر جبر کرنا سیکھے۔ برداشت کا ملکہ اس حد تک پختہ ہو جائے کہ بڑی سے بڑی مصیبت یا ناگواری کو بغیر کسی جبر یا تکلیف کے برداشت کرے۔ انسان پر خاندان، معاشرہ، ملک اور دین کے بے شمار فرائض عائد ہوتے ہیں ان فرائض کے لئے اپنے اندر اہلیت پیدا کرنی چاہیئے اور ان کا بوجھ اٹھانے کے لئے دل کی خوشی سے تیار رہنا چاہیئے۔ زندگی میں مشکلات یا مصائب آئیں تو انہیں ہمت وحوصلہ سے برداشت کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے اسلام کی راہ میں کس قدر دلدوز مصائب اٹھائے لیکن مقصد سے منہ نہ موڑا۔ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ میں سب سے اعلیٰ ترین پہلو ایک طرف حلم، تحمل، عفو ودرگزر اختیار کرنا ہے اور دوسری طرف ناپسندیدہ اور شدید مصائب وآلام کے حالات میں صبر واستقامت اختیار کرنا ہے۔ تحمل معاشرہ اور قوم کی پختگی کی دلیل ہے اس سے انسانی روابط میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ نرمی، تواضع اور خاکساری کی صفات انسان کی شخصیت کو جاذب اور پرکشش بناتی ہیں۔

"عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيَرْضَاهُ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ"[24]

"حضرت عبد اللہ بن مغفل نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نرمی سے سلوک کرنے والے ہیں اور ہر ایک معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نرمی پر اتنا عطا کرتے ہیں کہ اتنا سختی پر بھی عطا نہیں کرتے۔"

مدینہ میں ایک منافق عبد اللہ بن ابی رہتا تھا۔ اس کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے پوشیدہ عداوت تھی۔ جب بھی موقع ملتا، اسلام کو زک پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن حضور ﷺ ہمیشہ تحمل سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ کے حلم اور بردباری کا اندازہ فتحِ مکہ کے روز پیش آنے والی صورتِ حال سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے **لاتثریب علیک الیوم** (آج تم پر کوئی الزام نہیں) کہہ کر اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کی معافی کا اعلان فرمادیا۔[25]

OPEN ACCESS
CC BY

vii. اعتدال

اعتدال کے لئے عربی میں اقتصاد کا لفظ مستعمل ہے۔ اعتدال دراصل عدل کا ہی ایک شعبہ ہے۔انفرادی عدل کو صرف ایک لفظ اعتدال یا میانہ روی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔اسلامی معاشرے کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کے ہر معاملے میں اعتدال پسندی پائی جاتی ہے۔زندگی کے بے شمار شعبے ہیں،ان میں اعتدال ضروری ہے۔اسلام نہ تو رہبانیت اور ترک دنیا کا روادار ہے اور نہ ہی دنیا کا ہو کے رہ جانے کی اجازت دیتا ہے۔نہ کنجوسی کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی فضول خرچی کو،بلکہ بدنی اور روحانی اعمال میں پورے اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔عبادات ہوں یا دنیاوی معاملات،حد سے زیادہ بوجھ اٹھانا خود کو ہلاک کرنا ہے،ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة"[26]

خرچ میں اعتدال رکھنا آدھی گزران ہے

مطلب جس نے عتدال سے خرچ کیا اس نے آدھی زندگی کی کامیابی حاصل کرلی۔گزران اور خرچ کرنے کے معاملے میں نہ بخیلی کی اجازت ہے،نہ عیاشی اور فضول خرچی کی،بلکہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان رہنے کا حکم ہے،اسی کو سخاوت کہتے ہیں۔اخلاق کا کوئی شعبہ بھی ہو،اعتدال ہی پر پختہ رہنے سے اس میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

viii. احترام قانون

وہ نظام جو کسی ادارے یا حکومت کی جانب سے معاشرے کو منضبط اور منظم کرنے کے کئے نافذ کیا جاتا ہے یہی قواعد وضوابط قانون کہلاتے ہیں۔ہر فرد پر ان کی پابندی لازم ہے ورنہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔ معاشرے کا قیام ودوام،معاشرتی،اخلاقی اور دینی احکام وقوانین پر موقوف ہے۔مذہب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر معاشرے،قوم اور ملک کے کچھ قوانین اور ضوابط ہوتے ہیں،پُرامن اور پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے ان کی پابندی ازحد ضروری ہوتی ہے۔یہ ایک مثبت پہلو ہے اور منفی پہلو یہ ہے کہ قانون توڑنے اور اُصول وضوابط کا احترام نہ کرنے سے افراتفری پھیل جاتی ہے،جن کی بنا پر نہ صرف افراد کا سکون تہہ وبالا ہوجاتا ہے،بلکہ پورے معاشرے اور قوم کی زندگی متاثر ہوجاتی ہے،اس لیے مذہبِ اسلام نے مسلمانوں کو قانون کا احترام اور پابندی کرنے کی تاکید کی ہے۔آپ ﷺ کے مبارک عہد میں قانون کو بالادستی حاصل تھی اور تمام شہری قانون کی نظر میں برابر تھے۔آپ ﷺ نے بذات خود قانون کی پاسداری تاکہ لوگوں کے دلوں میں قانون کا احترام پیدا ہو۔چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابوجندل مشرکین سے بھاگ کر بیڑیوں میں گرتے پڑتے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے،لیکن کفار کے ابو جندل واپس مانگنے پر آپ ﷺ نے انہیں واپس فرمادیا اگرچہ ابھی یہ قانون زبانی طے ہوا تھا لکھا نہیں گیا تھا۔[27]

CC BY

ix. تواضع وسادگی

سرورِ عالم ﷺ کی پوری حیات مبارکہ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو دوسروں سے برتر رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی دعا میں عاجزی اور انکساری پر مشتمل الفاظ نہایت قابل غور ہیں:

"عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ المَسَاكِينِ يَوْمَ القِيَامَةِ"[28]

حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: " اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، حالت مسکینی میں ہی موت دے اور قیامت کے دن مجھے مساکین کی ہی جماعت میں اٹھانا۔"

معاشرے کے افراد کے درمیان طبقاتی تقسیم کے خاتمے کے لئے تواضع و سادگی انتہائی ناگزیر اور بنیادی وصف ہے۔ سادگی سے ہمدردی کی روح پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ عیش وآرام کے متلاشی ہوتے ہیں انہیں غریبوں کی زندگی اور دکھ سکھ کا اندازہ کیونکر ہو سکتا ہے اور ان میں عوام کی ہمدردی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے اس اندیشہ کا اظہار فرمایا تھا کہ امت مال دار ہو کر دنیا کی بہار اور زیبائش میں کھو کر ہلاک نہ ہو جائے۔[29] جب یمن سے لے کر شام تک اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا پیغمبر اسلام ﷺ کے گھر صرف ایک معمولی سا پلنگ اور چمڑے کی ایک چھاگل تھی۔ آپ ﷺ عوامی معیارِ زندگی سے ہٹ کر اپنے لئے کوئی خاص اور امتیازی شکل اپنانے کے روادار نہ تھے۔ آپ ﷺ کی سادگی اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ گھر کا زیادہ تر کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے تھے، کپڑے خود دھو لیتے، اپنے جوتے اپنے ہاتھ سے خود سی لیتے تھے، اونٹ خود باندھتے اور اپنے ہاتھ سے اس کے آگے چارہ ڈالتے۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کے گھر میں تھوڑے سے جو کے علاوہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہ تھی[30]۔

x. صداقت

قرآنِ حکیم میں انبیائے کرام کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے بطور خاص اس صفت کا ذکر کیا گیا کہ وہ راست گفتار تھے۔ سچائی کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ تمام انبیاء نے وہیں سے سچائی حاصل کی اور دنیا میں پھیلائی۔ سیرت النبی ﷺ اور فرامین نبوی ﷺ کی روشنی میں صدق وسچائی کی تاکید اور جھوٹ کی مذمت کا اندازہ مندرجہ ذیل بیانات کی روشنی میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ، وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا"[31]

CC BY

"صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے-ایک انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے؛ اور تم جھوٹ سے بچو اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں-ایک بندہ ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"

آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی صادق اور امین کے لقب سے معروف و مشہور تھے، آپ ﷺ کی صداقت کا اعتراف آپ ﷺ کے پکے اور جانی دشمنوں بھی کیا:

"إنّ الأخنس بن شريق لقي أبا جهل يوم بدر فقال له: يا أبا الحكم: ليس هنا غيري وغيرك يسمع كلامنا، تخبرني عن محمّد:صادق، أم كاذب؟ فقال أبو جهل: والله إنّ محمّدا لصادق، وما كذب محمّد قطّ"[32]

"اخنس بن شریک جنگِ بدر کے دن ابو جہل سے ملتا ہے اور کہتا ہے دیکھو یہاں تمہارے اور میرے علاوہ ہماری بات سننے والا کوئی بھی نہیں، تم مجھے محمد کے بارے میں بتاؤ کہ وہ سچے ہیں جھوٹے: تو ابو جہل نے کہا واللہ اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد سچے ہیں اور محمد نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔"

آپ ﷺ کے دوست دشمن اور اپنے بیگانے سب آپ ﷺ کی صداقت کے معترف تھے۔

xi. ایفائے عہد یا عقد

عہد وعدے کو کہا جاتا ہے اور عقد کا لغوی معنی گرہ لگانا ہے۔اس کا اطلاق اس پختہ وعدے پر ہوتا ہے جو دو افراد کے درمیان طے پائے۔[33] عقد یا عقود سے مراد ہر قسم کے معاہدے ہیں خواہ وہ انسان اور اس کے خالق کے درمیان ہوں یا دو افراد کے مابین ہوں۔ خواہ ان کا تعلق دینی احکام سے ہو یا دنیوی معاملات سے، ان تمام عقود کو پورا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ نے فرمایا ایمان، اطاعت کا عہد یا حلال حرام کی پابندی کا عہد، انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ کیا گیا عہد جیسے کوئی وعدہ یا قسم کھا کر اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کر لے یہ عقود ہیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔[34]

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے خطبوں میں اکثر یہ بات ملتی ہے کہ:

"لا دين لمن لا عهد له"[35]

"جس میں وعدے کا پاس نہیں اس میں ایمان نہیں۔"

CC BY

xii. دشمنوں کے لئے امن وسلامتی

امن وسلامتی کے سلسلے میں مسلمانوں کا نصب العین اپنے آپ کو طاقتور اور مضبوط گروہ تسلیم نہیں کروانا تھا بلکہ مسلمانوں کا مقصد اخلاقی اور معنوی محاسن کا حصول تھا۔ حضور ﷺ نے یہ امر مسلمانوں کے معاشرتی کردار کے حوالے سے لازمی جزو کے طور پر ارشاد فرمایا کہ وہ سراپا امن وسلامتی کا پیکر ہوتا ہے۔[36]

"عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ،اَنَّہُمْ اصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ، يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلَى أَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوفَةً، وَأَنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ"[37]

"حضرت مروان بن حکم سے روایت ہے کہ انہوں نے دس سال تک (قریش) سے لڑائی بند رکھنے پر صلح کی۔ لوگ اس مدت میں امن سے رہیں گے اور فریقین کے دل صاف رہیں گے نہ چھپ کر بد خواہی کی جائے گی اور نہ ہی کھلم کھلا کی جائے گی۔"

اسلام نے اقلیتوں کو بھی سلامتی عطا کی اور اپنے دورِ عروج میں باوجود ایک غالب تہذیب ہونے کے ان پر کسی بھی نوعیت کے جبر و اکراہ کی قطعاً اجازت نہ دی:

"Contrary to widespread Christian notions, Islam normally did not force conversion."[38]

"عیسائیت میں پھیلے خیالات کے بالکل برعکس اسلام مذہب کی تبدیلی کے لئے جبر نہیں کرتا۔"

a) اصلاحاتِ جہاد

اسلام نے جنگ کی اجازت ایک اعلیٰ نصب العین کے تحت دی ہے، دنیاوی مفادات کے لئے نہیں، لہٰذا اس سلسلے میں آپ ﷺ نے جو اخلاقی پابندیاں بصورت قانون عائد فرمائی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

1. اعلان جنگ کے بغیر دشمن پر حملہ نہ کیا جائے۔
2. شکست خوردہ دشمن کا تعاقب نہ کیا جائے۔
3. عورتوں، بچوں، بوڑھوں، سفیروں کو قتل نہ کیا جائے۔
4. عبادت گزاروں، خانقاہ نشینوں، راہبوں اور تارک الدنیا افراد سے تعرض نہ کیا جائے۔
5. سر سبز درختوں کو نہ کاٹا جائے، عمارتوں کو نہ ڈھایا جائے اور افادہ عام کے وسائل کو غارت نہ کیا جائے۔
6. علاوہ ازیں آپ نے جنگ کے دوران خونریزی، مُثلہ (لاش کی بے حرمتی یعنی ناک، کان، ہاتھ وغیرہ کاٹنا) اور دیگر ہر طرح کے ظلم وستم کا خاتمہ کر دیا جو زمانہ جاہلیت میں جائز سمجھے جاتے تھے۔[39]

CC BY

حضور نبی کریم ﷺ پیغمبرِ امن بن کر دنیا میں مبعوث ہوئے۔عہدِ رسالت ﷺ کا کسی بھی حوالے سے جائزہ لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ کی انقلابی جدوجہد کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں ہی امن وامان قائم نہیں ہوا بلکہ پوری نسلِ انسانی کو سکون اور اطمینان کی دولت نصیب ہوئی۔تاریخ شاہد ہے کہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ معاہدۂ حدیبیہ سے امت مسلمہ کو اخلاقی برتری اور قومی استحکام نصیب ہوا۔[40]

خلاصہ بحث

سرور عالم حضرت محمد ﷺ کی سیرت کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا۔آپ ﷺ نے ان فرائض اور حقوق کی ادائیگی کے متعلق واضح،منضبط اور جامع قوانین وضع فرمائے اور ان ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہوئے آپ ﷺ نے جو اسوہ چھوڑا وہ احسن اور اکمل ہے۔معاشرے کے افراد کے ساتھ امانت داری کا نمونہ آپ ﷺ کی ذات باکمال کی صورت میں واضح طور پر جھلکتا ہوا سامنے آتا ہے۔حکمت اور بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلانے والے ایسے داعی و مبلغ کا نمونہ سامنے آتا ہے جو انتہائی صبر آزماء حالات میں بھی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے۔والدین،زوجین،امیر غریب،آزاد غلام،نگران ودست نگر اور اکثریت واقلیت کے حقوق کی پاسبانی ونگہبانی کے انداز سکھائے۔معاملات سے لے کر عبادات تک،سب کے لئے بہترین نمونہ پیش کیا۔آپ ﷺ نے بہت قلیل عرصے میں بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح احسن طریقے سے فرمائی۔زندگی کے ہر شعبے کی خرابیوں کو درست کیا اور معاشرے کا کوئی پہلو ایسا نہ رہا جس تک آپ ﷺ کی نگاہ نہ پہنچی ہو۔آپ ﷺ نے معاشرے کو ذہنی،فکری اور عملی راہوں پر گامزن کیا۔عملاً افرادِ معاشرہ کو بھی سدھارا۔اگر اس تناظر میں تعلیماتِ نبوی کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔کہ آپ ﷺ نے انفرادی رویوں،عادات واطوار سے لے کر اجتماعی طرز عمل تک ہر پہلو کی اصلاح فرمائی۔

نتائج بحث

اس مضمون میں کی گئی بحث کے بعد سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں ہر فرد پر درج ذیل معاشرتی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

1. معاشی ومعاشرتی تعلقات کی استواری کے لئے دیانتداری واحساسِ ذمہ داری کو اپنانے کی ضرورت ہے۔
2. معاشرے کے افتراق،انتشار اور بگاڑ پر قابو پانے کے لئے باہمی اخوت واتحاد انتہائی ناگزیر امر ہے۔
3. سیلاب زدگان کی امداد اور دیگر خدمتِ خلق اور رفاہی کاموں میں حصہ لینا اولین ذمہ داری ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

4. مسلم معاشرے میں خیر و معروف کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے ہر انسان پر اپنی بساط کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔
5. معاشرے میں امن وامان کی فضا قائم رکھنے اور جائز حق کے حصول کے لئے ملک و قوم کے ہر فرد کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ ہمیشہ عدل وانصاف کے فروغ اور ناانصافی کو روکنے کے لئے سرگرم رہیں۔
6. انسان پر خاندان، معاشرہ، محکمہ، ملک، دین کی طرف سے بے شمار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کا بوجھ اٹھانے کے لئے اپنے اندر اہلیت پیدا کرنا اور دوسری طرف ناپسندیدہ اور شدید مصائب و آلام کے حالات میں بردباری، صبر و تحمل، استقامت اختیار کرنا، انسانی روابط میں وسعت کی ضمانت ہے۔
7. عبادات اور تمام دنیاوی شعبوں میں کمال حاصل کرنے کے لئے اعتدال پر قائم رہنا از حد ضروری ہے۔
8. ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ پُرامن اور پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے ملکی قوانین کا احترام کرے۔
9. معاشرے کے افراد کے درمیان طبقاتی تقسیم کے خاتمے کے لئے تواضع وسادگی اختیار کرنا ضروری ہے۔
10. ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ غیر مسلم اقلیتوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرے۔

حوالہ جات

---

[1] چیئرمین جسٹس ایس اے رحمان، اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۷ء، ج:۲، ص:۱۵۸۲

[2] سورۃ النساء، ۴:۵۸

[3] عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط:۲۰۱۱ء، ج:۱، ص:۲۷۳

[4] أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة،: ط:۱۴۲۱ھ، ج:۱۹، ص:۳۷۶

[5] قرطبی، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن ابی بکر بن فرح شمس الدین، الجامع لاحکام القرآن۔ تفسیر القرطبی، دار الکتب المصریۃ القاهرة، ج:۵، ص:۲۵۷

[6] ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر القرشي الدمشقي، السيرة النبوية (من البداية والنهاية لابن كثير)، دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت– لبنان، ط:۱۳۹۵ھ، ج:۱، ص:۳۸۰

[7] أبو الفضل القاضي عياض بن موسى، الشفا بتعريف حقوق المصطفى، دار الفکر الطباعة والنشر والتوزيع، ج:۱، ص:۱۳۴

[8] عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين، السيرة النبوية لابن هشام، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، ط:۱۳۷۵ھ، ج:۱، ص:۴۸۲

OPEN ACCESS
CC BY

[9] سہیلی، القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن أحمد، أبو الروض الأنف في شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، ط:۱۴۲۱ھ، ج:۴، ص:۴۱ (بعاث مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے اسی سے اس جنگ کا نام بھی مشہور ہو گیا)

[10] ابن الاثیر ابو الحسن علی بن ابی الکرم عز الدین، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج:۱، ص:۴۱۴

[11] أبو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوري، المعارف، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، القاھرۃ، ط:۱۹۹۲ء، ج:۱، ص:۶۰۵

[12] ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشي الدمشقي، السیرۃ النبویۃ (من البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر)، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت – لبنان، ط:۱۹۷۴ء، ج:۲، ص:۳۲۴

[13] محمد بن حبان بن أحمد بن حبان، صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط:۱۴۰۸ھ، ج:۱، ص:۴۶۸، رقم:۲۳۱

[14] سورۃ الدھر، ۷۶:۸

[15] محمد بن إسحاق بن یسار، سیرۃ ابن إسحاق (کتاب السیر والمغازي)، دار الفکر – بیروت، ط:۱۳۹۸ھ، ص:۱۳۲

[16] البیہقي، احمد بن الحسین بن علي بن موسی، شعب الإیمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض بالتعاون مع الدار السلفیۃ ببومباي بالھند، ط:۱۴۲۳ھ، ج:۱۰، ص،۱۲۳، رقم الحدیث:۷۲۷۴

[17] بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ (صحیح بخاری) دار طوق النجاۃ، ط:۱۴۲۲ھ، ج:۳، ص:۱۲۸، رقم:۲۴۴۲

[18] سورۃ ال عمران، ۳:۱۰۴

[19] محمد بن محمد بن محمد بن أحمد، عیون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسیر، دار القلم – بیروت، ط:۱۴۱۴ھ، ج:۱، ص:۱۳۸

[20] افریقی، محمد بن مکرم بن علی ابو لفضل جمال الدین، لسان العرب، بیروت، ط:۱۴۱۴ھ، ج:۱۱، ص:۴۳۰، مادہ:ع دل

[21] سورۃ الحدید، ۵۷:۲۷

[22] آسان ترجمۂ قرآن، ج:۳، ص:۱۶۸۲

[23] صحیح بخاری، ج:۴، ص:۱۷۵، رقم الحدیث:۳۴۷۵

[24] مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج:۲۷، ص:۳۶۰، رقم:۱۶۸۰۵

[25] ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ط:۱۹۹۹ء، ج:۲، ص:۴۹۰

[26] طبرانی، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر، المعجم الأوسط، دار الحرمین – القاھرۃ، ج:۷، ص:۲۵، رقم:۶۷۴۴

[27] سہیلی، القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن أحمد، الروض الأنف في شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، ط:۱۴۲۱ھ، ج:۷، ص:۷۰

[28] الترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن الضحاک، سنن الترمذي، مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي – مصر، ط:۱۳۹۵ھ، ج:۴، ص:۵۷۷، رقم الحدیث:۲۳۵۲

[29] تبریزی، محمد بن عبد اللہ الخطیب العمري، مشکاۃ المصابیح، المکتب الإسلامي – بیروت، ط:۱۹۸۵ء، ج:۳، ص:۱۴۲۹، رقم:۵۱۶۳

CC BY

[30]شهاب الدین، احمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المكتبة التوفيقية، القاهرة- مصر، ج:۲، ص:۲۰۰

[31] صحيح البخاری، ج:۸، ص:۲۵، رقم:۶۰۹۴

[32]النَّبْهَاني، يوسف بن إسماعيل بن يوسف، وسائل الوصول إلى شمائل الرسول ﷺ، دار المنهاج –جدة، ط:۱۴۲۵ھ، ص:۲۲۸

[33] افریقی، محمد بن مکرم بن علی ابو لفضل جمال الدین، لسان العرب، بیروت، ط:۱۴۱۴ھ، ج:۳، ص:۲۹۶، مادہ:عقد

[34]اصفہانی، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب اصفہانی، تفسير الراغب الأصفهاني، كلية الآداب - جامعة طنطا، ط:۱۴۲۰ء، ج:۴، ص:۲۴۷

[35]شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي، شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى (الكاشف عن حقائق السنن)، ،مكتبة نزار مصطفى الباز (مكة المكرمة - الرياض)، ط:۱۴۱۷ھ، ج:۲، ص:۴۹۲

[36]قشیری، مسلم بن حجاج ابو الحسن نیشاپوری، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ
صحیح مسلم، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ج:۱، ص:۶۵، رقم:۴۱

[37]سجستانی، ابو داؤد سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير، سنن أبي داود، المكتبة العصرية، صيدا –بيروت، ج:۳، ص:۸۶، رقم:۲۴۸۱

[38]Philip J. Adler , Randall L. Pouwels, *World Civilizations*

p. 194

[39]شمس الأئمة السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل، المبسوط، دار المعرفة –بيروت، ط:۱۴۱۴ھ، ج:۱۰، ص:۱۰۶

[40] الواقدی، محمد بن عمر بن واقد، المغازي، دار الأعلمي –بيروت، ط:۱۴۰۹ھ، ج:۲، ص:۵۷۳

OPEN ACCESS
CC BY